تذکرۂ فرزندان غفران مآبؒ

مولانا سید محمد جواد صاحب قبلہ

سید المفسرین آیۃ اللہ سید علیؒ

دوسرے صاحبزادے جناب غفران مآبؒ کے عالم کامل، فاضل، بارع ماثل، مجتہد عادل، جناب مولانا السید علی طاب ثراہ تھے یہ جناب سلطان العلماء سے ایک سال اور چند مہینہ چھوٹے تھے۔ ۱۸/شوال ۱۲۰۰ھ میں ولادت ہوئی اور ابتدا سے آخر تک تحصیل علم اپنے والد بزرگوار جناب غفرانمآبؒ طاب ثراہ کی خدمت میں کی۔ اکثر علوم میں کامل مہارت رکھتے تھے اور علم قرأت وتجوید میں تو مثل ونظیر بھی نہ تھا۔ ورع وتقدس کا خاص شہرہ تھا، وعظ ونصیحت سے بہت دلچسپی تھی اور خوش بیانی کے ساتھ ساتھ موعظہ مؤثر ہوتا تھا۔ ۱۲۴۵ھ میں سفر عراق کیا۔ جلالت خاندانی اور نیز جوہر ذاتی کی وجہ سے علمائے اعلام خاص اکرام واعظام کے ساتھ پیش آئے۔ ایک سال کے بعد ۱۲۴۶ھ میں وطن کی طرف مراجعت کی۔ دوسری مرتبہ ۱۲۵۲ھ میں پھر سفر غربت اختیار کیا۔ اور شدت وصعوبات منازل کو جھیلتے ہوئے مشہد مقدس پہنچے اور وہاں سے کربلائے معلیٰ کی زیارت کو گئے۔ یہی آخری منزل تھی موت نے وطن کی طرف پلٹنے نہ دیا اور جوار حسینؑ کے انس نے ہمیشہ کے لئے دل میں رکھ لیا۔ ۱۸/ماہ رمضان ۱۲۵۹ھ کو کربلائے معلیٰ میں انتقال کیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون حجۃ الاسلام آقا سید مجاہد خلف سید علی طباطبائی صاحب شرح کبیر کی قبر کے پہلو میں دفن ہوئے۔ یہ اثر ہوا تھا ان جناب کے انتقال کا عراق میں کہ مدرسے بند ہو گئے تھے اور تمام کاروبار چھوٹ گئے تھے، بعض فضلائے عراق نے لکھا ہے **فلم یری ذلک الیوم الّا باک او باکیۃ وناع وناعیۃ حتی قیل قامت قیامۃ اھل الطف** اس دن کوئی ہنستا نہ دکھائی دیتا تھا، جو تھا وہ رو رہا تھا، اسی ذکر میں مصروف تھا، معلوم ہوتا تھا کہ کربلائے معلیٰ میں قیامت برپا ہے۔ اکثر علمائے عراق نے مراثی نظم کئے اور جناب سلطان العلماء وسید العلماء کی خدمت میں بھیجے۔ جب عراق کا یہ عالم تھا تو ہندوستان میں اس خبر وحشت اثر کا جتنا بھی اثر نہ ہوتا کم تھا، خصوصاً جناب سلطان العلماء اور سید العلماء کو بھائی کے مرنے کا رنج بے حد تھا۔ جناب مفتی صاحب نے قطعہ تاریخ نظم کیا تھا ؎

سید علی آں سید و سردار جہاں
واں شیفتہ حسینؑ و ہمنام علیؑ
از ہند بکربلا سفر کرد و رسید
از دار فنا سوئے سرائے باقی
بے او شدہ رنج و غم عیان و با او
علم و عمل و جود و سخا گشت خفی
گفت پئے تاریخ وفاتش سیدؔ
مہمان حسینؑ ابن علیؑ گشت علیؑ
۹　۸　۲　۱　ھ

جناب مغفور کو باوجودیکہ زمانہ نے مہلت نہیں دی اور سفروں کی وجہ سے فرصت نہیں ہوئی، مگر خدمت تصنیف

وتالیف اور حمایت مذہب میں اپنے فرض سے غافل نہیں ہوئے۔ اکثر رسالے فہرست تصنیفات میں مندرج دکھائی دیتے ہیں جن کا بسبب شائع نہ ہونے کے آج وجود نہیں معلوم ہوتا۔ عزاداری کے اثبات میں ایک مستقل کتاب لکھی تھی جو واقعی دنداں شکن جوابوں پر مشتمل تھی جس کے بعد کوئی شبہ باقی نہیں رہ سکتا۔

تفسیر قرآن مجید کا اردو میں سب سے پہلے خیال جناب مغفور کو ہوا تھا چنانچہ ۱۲۵۳ھ میں ایک ضخیم ومبسوط تفسیر دو جلدوں میں قرآن کی لکھی جس کا نام 'توضیح المجید فی تفسیر کلام اللہ الحمید' تھا۔ یہ تفسیر چھپ بھی گئی ہے مگر اس کی تصحیح حسب مراد نہ ہوسکی تھی جس کی وجہ سے کثیر اغلاط رہ گئے۔

اس کے علاوہ رسالہ بحث فدک اور رسالہ اثبات متعہ اور رسالہ تجوید اور رسالہ رد اخباریین وغیرہ نایاب لئالی علمیہ تھے، جو آج نظر عالم سے مخفی ہیں۔

آیۃ اللہ سید حسن طاب ثراہ

جناب غفران مآبؒ کے خلف اوسط اور مولانا سید علی طاب ثراہ سے پانچ سال چھوٹے تھے۔ ۲۱؍ذیقعدہ ۱۲۰۵ھ کو لکھنؤ میں ولادت ہوئی اور جناب غفران مآب طاب ثراہ کے زیر سایہ تربیت پانا شروع کی، تحصیل معقولات ومنقولات اپنے والد ماجد اور برادر محترم جناب سلطان العلماء طاب ثراہ کی خدمت میں کی اور اکثر علوم میں مہارت حاصل کی۔ تقویٰ وزہد مروت وحلم انکسار ومکارم اخلاق میں مثل ونظیر نہ تھا، ابتدائے عمر میں فلسفہ وحکمت کی طرف زیادہ رغبت تھی اور علم ہندسہ میں ایک بے نظیر رسالہ لکھا تھا۔ مگر ایک طویل بیماری کے بعد ان علوم کو بالکل ترک کردیا تھا اور گوشہ نشینی اختیار کرلی، سوائے عبادت الٰہی کے کوئی شغل نہ تھا، اکثر نماز شب میں نام بنام اہل ایمان کے لئے دعائے خیر کرتے تھے اور اکثر اوقات صائم النہار اور قائم اللیل رہتے تھے۔ نماز میں ذکر رکوع وسجود میں بہت طول دیتے تھے۔ گھر سے باہر بہت کم نکلتے تھے مگر نماز کے وقت جناب سید العلماء طاب ثراہ کے پاس محتاجین کی سفارش کے لئے۔

احتیاط کی یہ حالت تھی کہ باوجود علم میں درجۂ عظمیٰ پر فائز ہونے کے کبھی فتویٰ نہیں دیا، اگر کوئی مسئلہ پوچھنے آتا تو احتیاطی اقوال بیان کرکے فرماتے تھے کہ میں صاحب فتویٰ نہیں ہوں اُس کو جناب سید العلماء کے پاس بھیج دیتے تھے۔

اگرچہ سن میں بڑے تھے مگر سید العلماء کا نہایت احترام کرتے تھے اور بخوشی خاطر نماز جماعت میں اقتدا کے لئے تشریف لاتے تھے اور جب خود جناب سید العلماء سے قبل مسجد میں پہنچ جاتے تھے تو پہلے انتظار کرتے تھے اگر جناب سید العلماء نہ تشریف لائے تو خود نماز پڑھانے کا تہیّہ کرتے تھے اتفاقاً نماز شروع ہونے کے پہلے سید العلماء آگئے تو منتہائے اصرار سے بھائی کو مصلّے پر کھڑا کرکے خود ماموین میں کھڑے ہوجاتے تھے اور اگر نماز شروع ہوگئی ہے تو جناب سید العلماء آخری صف میں شریک ہوجاتے تھے اور بعد ختم نماز مولانا سید حسن صاحب اعلی اللہ مقامہ حد سے زیادہ عذر خواہی اور ازراہ انکسار اپنی لیاقت اور جناب سید العلماءؒ کی جلالت قدر کا اظہار فرماتے تھے۔

صاحب تذکرۃ العلماء لکھتے ہیں کہ مجھ کو ایک دن جناب مولانا سید حسن مرحوم کے پیچھے نماز پڑھنے کے بعد خیال ہوا کہ ان کے پیچھے نماز پڑھنے کا ثواب زیادہ ہے یا جناب سید العلماء طاب ثراہ کے پیچھے؟ اسی شب میں نے خواب میں

دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے اَلْحَسَنُ فِی الجِنَانِ وَ الْحَسَین فی الجِنَانِ بار بار یہی کلمہ میرے سامنے دہراتا ہے اور مجھ سے اس کے معنی پوچھتا ہے اور مجھ پر خوف اور وحشت اتنی طاری تھی کہ میری سمجھ میں نہ آتا تھا کیا معنی کہوں لیکن یہ حدیث میرے ذہن میں تھی کہ اَلْحَسن وَ الْحَسین سَیِّدَا شَباب اَھل الجنۃ فوراً میں نے کہا کہ حسنؑ و حسینؑ دونوں بزرگ جنت میں ہوں گے، بلکہ معنی یہ ہیں کہ ان کے دوست ومحب بھی جنّتی ہیں۔ جب میری آنکھ کھلی تو میں سمجھا کہ یہ میری تنبیہ تھی جناب مولانا سید حسن اور مولانا سید حسین سید العلماء کے مرتبہ پر۔

اور مطلب یہ تھا کہ ان دونوں بزرگوں میں سے ایک کی فضیلت میں دوسرے پر غور نہ کرنا چاہئے اور ان میں سے ہر ایک کی اقتدا باعث حصول ثواب ومدارج عالیہ جنت ہے۔

آپ اکثر فقرا کی پوشیدہ اعانت فرماتے تھے اور امور خیر کو چھپا کے بجالاتے تھے۔ فرطِ حیا وتقدس سے آنکھیں ہمیشہ زمین پر رہتی تھیں۔

مختصر یہ ہے کہ ذات والا صفات محاسنِ کمالات علمیہ وعملیہ کی جامع تھی۔ صاحب تذکرۃ العلماء لکھتے ہیں "اوصاف حمیدۂ آنجناب علیہ الرحمہ والغفران زیادہ ازاں است کہ درایں مقام ذکر تواں نمودی"۔

مصنفات میں اکثر گرانقدر کتابیں ہیں:-

(۱) حواشی علم اقلیدس (۲) رسالۂ در تحقیق معنی انشاء اللہ (۳) رسالہ در احکام اموات (۴) رسالہ در علم تجوید (۵) تذکرۃ الشیوخ والشان مواعظ (۶) باقیات الصالحات۔

سب سے پہلے آپ کو علم کلام میں اردو کتاب لکھنے کا خیال پیدا ہوا تھا چنانچہ اس کتاب میں آپ نے تمام اصول دین کو بدلائل اس زمانہ کی سلیس اُردو میں تحریر فرمایا ہے، مبسوط اور قابل قدر کتاب ہے، شائع بھی ہو چکی ہے۔

دو صاحبزادے اخلاف میں چھوڑے: ایک جناب مولوی سید حسن مثنیٰ صاحب مرحوم، جن کے خلف الصدق فاضل اجل مولوی حکیم سید علی صاحب آشفتؔہ دام مجدہٗ دنیائے علم وطب میں اپنا سکہ جمائے ہوئے ہیں اور اپنے اسلاف کی صحیح یادگار کہے جانے کے مستحق ہیں، دوسرے مولوی سید حسن مہنّی مرحوم۔

۱۱؍شوال ۱۲۶۰ھ کو ۵۴ سال دو ماہ ۲۰ یوم کی عمر میں عالم فانی سے ملک جاودانی کی طرف انتقال کیا۔ جنازہ کے ساتھ کثیر مجمع علماء وصلحاء وطلباؤ سادات کا تھا، اور ہر شخص جناب کے محاسن صفات واخلاق کو یاد کر کے کف افسوس مل رہا تھا۔ جناب سلطان العلماءؒ نے ایک کثیر اجتماع کے ساتھ نماز جنازہ پڑھائی اور مرحوم اپنے والد بزرگوار جناب غفران مآبؒ کے امامباڑہ میں جناب غفران مآبؒ کی قبر کے قریب دفن ہوئے۔

جناب علامہ مفتی میر عباس صاحب قبلہ طاب ثراہ نے حسب ذیل تاریخ انتقال نظم فرمائی

یا رب چہ شیونست کہ در عالمے فتاد
فریاد از غمے کہ دل مرد و زن گرفت
سید حسن کہ سید عبّاد عصر بود
برخواست از جہان و جناں را وطن گرفت
درمسجد شریف کہ خالیست جائے او
محراب وطاق صورت بیت الحزن گرفت
چوں نعشِ پاک او ز سرِ کوچہا گذشت
ہر کس کہ دید بر سر وصورت زدن گرفت
سیدؔ بارتحال رقم کرد سال فوت
زہد وورع عزائے جناب حسن گرفت
۱۲۶۰ھ

آیۃ اللہ سید مہدی طاب ثراہ

مولانا سید حسن اعلیٰ اللہ مقامہ سے صرف تین سال چھوٹے تھے، ۱۲۰۸ھ میں بمقام لکھنؤ پیدا ہوئے اور اپنے پدر بزرگوار جناب غفران مآبؒ کی خدمت میں علوم نقلیہ کی تکمیل کی بچپنے ہی میں ذہن وذکاوت خداداد اور طبیعت وجودت بے مثل تھی۔ اسی کا اثر تھا کہ کمسنی ہی میں اپنے امثال واقران سے بلند ہوکے امتیازی شان حاصل کرلی۔ جناب سید العلماء طاب ثراہ نے ایک موقع پر تحریر فرمایا ہے کہ میں اور برادر معظم مولانا سید حسن اور مولانا سید مہدی مرحوم ہم تینوں جناب غفران مآبؒ کی خدمت میں ہم سبق تھے اور مولانا سید مہدی ہم تینوں بھائیوں میں سے فضل وکمال میں سبقت لے گئے تھے اور دقت نظر میں بلند پایہ تھے، اسی وجہ سے سبق میں عبارت پڑھنا ان سے مخصوص تھا۔ ایک مرتبہ مولانا سید حسن اعلیٰ اللہ مقامہ سے کسی نے کہا کہ آپ سن میں بڑے ہیں پھر آپ چھوٹے بھائی کے سبق میں کیوں کر شریک ہوتے ہیں؟ آنجناب نے اپنے کمال تقدس وورع وانکسار سے فرمایا کہ علم وکمال میں بہرہ وافر حاصل ہے، پھر میں ان کی شرکت سے صرف تکبر وتعصب کی بنا پر کیوں کر اعراض کروں؟ جناب غفران مآبؒ نے جب یہ واقعہ سنا تو مولانا سید حسن رحمۃ اللہ کے خیالات کی بہت قدر فرمائی اور شاباشی دی۔ جناب مولوی سید مہدی صاحب بہت حدید الذہن تھے۔ اور اکثر شب کو بیدار رہتے تھے، مسائل کے استنباط میں بے نظیر اجتہاد فرماتے تھے۔ اسی کے ساتھ گوشہ نشینی بہت مرغوب تھی اور لذت دنیا سے کنارہ کش تھے۔ موت کو اکثر یاد کرتے تھے اور زندگانی دنیا پر بہت کم وثوق تھا۔ اپنی خواہش نفس کی مخالفت کرتے تھے۔

افسوس صد ہزار افسوس کہ زمانہ نے علمی فیوض جاری نہ ہونے دیئے اور عنفوان شباب میں ۲۳ رسال کی عمر میں باپ کے دل پر داغ مفارقت دیا آخر ماہ ذی الحجہ ۱۲۳۱ھ میں انتقال کیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

اولاد میں صرف جناب عمدۃ العلماء مولانا سید محمد ہادی اعلیٰ اللہ مقامہ کو یادگار چھوڑا جو درجہ اجتہاد پر فائز تھے اور اُن کا تذکرہ اگر موقع ملا تو کبھی ہدیۂ ناظرین ہوگا۔

تصنیف وتالیف کا موقع قضا نے کب دیا، پھر بھی بعض حواشی وتحقیقات مسائل متفرقہ خصوصاً حاشیہ تحریر اقلیدس اور رسالہ معنی انشاء بے نظیر شاہد کمالات ہے۔

انتقال کے بعد اپنے والد ماجد جناب غفران مآب رحمۃ اللہ علیہ کے امامباڑہ میں دفن ہوئے۔ تاریخ وفات اس مصرع سے ظاہر ہے۔

گفتہ ز خلق مہدی ہادی نہان شدہ

۱ ۳ ۲ ۱ ھ

آیۃ اللہ العظمیٰ سید العلماء سید حسین علیین مکان

جناب غفران مآبؒ کی اولاد میں سب سے چھوٹے تھے مگر بلحاظ جامعیت کمالات اکثر سے بہتر۔ آپ کی ولادت باسعادت درحقیقت معصوم کی بشارت پر ہوئی تھی، جس کے بعد آپ کے علوِ منازل وبلندی مرتبہ کچھ قابل تعجب نہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ جناب غفران مآبؒ نے اپنی تمام اولاد کا نام بسلسلۂ حضرت معصومین علیہم السلام رکھا تھا۔ چنانچہ سب سے بڑے فرزند حضرت سلطان العلماء کا نام سید محمد، اُن سے چھوٹے کا نام سید علی، پھر سید حسن، ان کے بعد جو ولادت ہوئی تو جناب

غفران مآبؒ نے خلاف ترتیب سید مہدی نام رکھا۔خواب میں حضرت سید الشہداؑ کو دیکھا کہ وہ فرماتے ہیں تم نے پہلے ترتیب کا لحاظ کیا مگر اس فرزند کے نام میں تم نے سلسلہ سے قطع نظر کر لی۔اس کی کیا وجہ؟ آپ نے عرض کیا کہ یہ فرزند اس وقت پیدا ہوا ہے کہ جب مجھ پر پیری غالب آچکی ہے اور میرے قویٰ کمزور ہو چکے ہیں مجھے امید نہ تھی کہ اس کے بعد کوئی فرزند ہوگا لہٰذا اس کا نام میں نے معصومین علیہم السلام کے آخری فرد کے نام پر سید مہدی رکھا۔حضرت نے فرمایا کہ یہ خیال درست نہیں ہے تمہارے یہاں ایک فرزند ابھی اور پیدا ہوگا، اس کا نام میرے نام پر رکھنا۔ اسی خواب کے بعد ۱۴؍ربیع الثانی ۱۲۱۱ھ کو جناب غفران مآبؒ کے بیت الشرف میں جناب سید العلماء کی ولادت ہوئی اور حضرت سید الشہداء کے فرمان پر آپ کا نام سید حسین رکھا گیا۔

''خورشید کمال'' لقب تاریخی تھا جس نے اپنا پورا اثر کیا اور جناب سید العلماء اس کے صحیح مصداق تھے۔بچپنے ہی سے جناب غفران مآبؒ کے سایۂ عاطفت میں تربیت پانا شروع کی۔

اکثر حصہ آپ کے استفادہ کا جناب غفران مآبؒ ہی سے تھا۔جب جناب غفران مآبؒ کی طبیعت ناساز ہوتی تھی تو جناب رضوان مآب سے تعلیم متعلق ہوجاتی تھی۔ملکوتی ذکاوت وذہانت اور شوق علم کا نتیجہ تھا کہ سترہ سال کی عمر میں تمام علوم وفنون سے فارغ ہوکر درجۂ اجتہاد کو حاصل کرلیا اور تجزی فی الاجتہاد کے متعلق ایک رسالہ تحریر فرمایا پھر رسالہ 'حکم ظن رکعتین اولین' لکھا۔لیکن شرم وحیا کی وجہ سے اس کا اظہار کسی سے نہ کیا۔اکثر اس کے مطالب میں اپنے بڑے بھائی مولانا سید مہدی صاحب سے مباحثہ کیا کرتے تھے۔جو کچھ مولانا سید مہدی صاحب لکھتے تھے وہ آپ کو اور جو کچھ آپ تحریر فرماتے تھے وہ ان کو دکھا لیا کرتے تھے، یہاں تک کہ ایک دن جناب غفرانمآبؒ نے فرمایا کہ مجھے یاد دلاؤ کہ میں تمہارے لئے اجازہ لکھ دوں۔جناب سید العلماء نے عرض کیا کہ پہلے آپ جو کچھ میں نے لکھا ہے اُسے ملاحظہ فرمالیں کہ میں اس کے حسن وقبح سے مطلع ہوں۔جناب غفران مآبؒ نے منظور فرمایا اور رسالوں کو دیکھنا شروع کیا۔اثنائے مطالعہ میں فرماتے تھے کہ ان کتابوں سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ کسی کم مشق اور مبتدی کی تحریر ہے بلکہ ایک منتہی کی تحریر معلوم ہوتی ہے۔ بہرحال اسی دوران میں جناب غفران مآبؒ کی طبیعت ناساز ہوگئی اور دو رسالے جناب سلطان العلماء کے متعلق کئے۔ جناب سلطان العلماء نے رسالوں کو تمام وکمال دیکھ کر بہت پسند فرمایا۔جناب سید العلماء علم منطق وفلسفہ، ہیئت وحساب وادب وعلم کلام وحدیث وتفسیر واصول فقہ، وتاریخ واقلیدس، معانی وبیان ونحو ورجال،غرض تمام علوم میں بحر بیکراں تھے۔

جناب علامہ مفتی میر عباس صاحب قبلہ نے اوراق الذہب میں لکھا ہے کہ جناب سید العلماء کو تمام علمائے بلاد سے وہ نسبت ہے جو ملک کو بشر سے ہوتی ہے۔بلکہ متقدمین علماء سے اُن جناب کی وہ نسبت ہے جو ہمارے نبیؐ آخرالزماں کو تمام انبیاءؑ سے نسبت حاصل ہے کہ وہ سب انبیاءؑ حضرت سے باعتبار زمانہ مقدم مگر بلحاظ مرتبہ موخر ہیں۔اگر وہ جناب زمانۂ رسولؐ میں ہوتے تو خداوند عالم اُن کی مدح میں کوئی آیت قرآنی اُتارتا اور حضرت رسولؐ ان کو ابوذرؓ وسلمانؓ پر فضیلت دیتے۔''

خدمات دینیّہ

جناب سید العلماء نے اپنی قلیل عمر میں وہ وہ مساعی

ترویج دین وشریعت میں فرمائے، جس کی مثال ڈھونڈھنے سے نہیں مل سکتی، جن میں سب سے اہم مدرسہ سلطانیہ کی بنا ہے۔ لکھنؤ، بلکہ ہندوستان میں سب سے پہلا یہی مدرسہ ہے جو علوم جعفریہ کی تعلیم کے لئے قائم ہوا۔ جناب مفتی صاحب قبلہ نے ایک رسالہ ترغیب بنائے مدرسہ میں لکھا، اور جناب جنت مآب طاب ثراہ نے بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا آخر جناب سید العلماء کے مساعی جمیلہ سے مدرسہ کی بنا کی گئی، جناب جنت مآب ممتاز العلماء (ابن جناب سید العلماء) طاب ثراہ مدرس اعلیٰ اور ناظر مدرسہ مقرر ہوئے اور اکثر اجلّہ عصر مثلاً علامۃ العلماء مولانا السید احمد علی محمد آبادی (تلمیذ جناب غفران مآب طاب ثراہ) اور جناب علامہ مفتی سید محمد عباس طاب ثراہ (تلمیذ سید العلماءؒ) مدرس قرار پائے۔

اس کے علاوہ ڈیڑھ لاکھ روپے عراق میں علامہ نجفی صاحب جواہر کے پاس نہر آصفی کی درستی کے لئے بھیجے اور پندرہ ہزار روپے روضۂ حضرت مسلمؑ وہانیؑ کی تعمیر کے لئے روانہ فرمائے اور صاحب ضوابط الاصول کے زیر انتظام دونوں روضوں کی تعمیر ۱۲۶۳ھ میں مکمل ہوئی۔ اور تیس ہزار روپیہ طلاکاری در و ایوان روضۂ حضرت عباسؑ کے لئے صاحب ضوابط کے پاس بھیجے گئے۔

افسوس ہے کہ گنجائش نہیں اور مطالب کا دریا اس کوزہ میں سماتا نہیں، مختصر یہ ہے کہ بے نظیر ہستی تھی اور وہ ذات تھی کہ جو آسمان تشیع کے لئے مایہ ناز آفتاب کہے جانے کے قابل ہے۔ صرف ۶۲ برس کی عمر ہوئی اور ۱۲۷۳ھ میں یہ تیرہویں صدی کا آفتاب علم وکمال ہمیشہ کے لئے پردہ خاک میں نہاں ہوگیا۔

شعراء نے مختلف تاریخیں اور قطعات وفات نظم کئے جن میں سے ایک تاریخ جناب علامہ مفتی میر عباس طاب ثراہ کی حسب ذیل ہے:

بعد الدنیا انها شرک الردی
ان اضحک فی یومها ایکت غدا
اهالها قد غادرت سادتها
وولاتها حتی الامام المقتدی
هو سیدالعلماء مجتهد الزما
ومن تفرّد فی البریّة سوددا
وتواضعا وتخشعا وتضرعا
وتورعا وتقدسا وتزهدا
اعنی سمّی ابن البتول الطهرین
ادبی بطفّ الکربلا مستشهدا
قد ارّخ المهدی یوم وفاته
لتهدمت واللّٰه ارکان الهدیٰ
۳ ۷ ۲ ۱ ھ
ومن العجائب انها قد الفیت
فی روعه من غیر ان یتعمدا
فیعد ذاک من الکرمات التی
حصلت له روحی لمرقده فدا

میر علی اوسط ہندی حائری نے تاریخ ولادت و وفات کو ایک مصرع میں کیا خوب جمع کیا ہے ؎

تاریخ ولادتش شنیدم
تاریخ وفات او نوشتم
خورشید کمال بودہ اے دل
۱۲۱۱ھ
خورشید کمال بودہ اے دل
۰ ۷ ۲ ۱ ھ

جناب سلطان العلماء نے ایک عظیم مجمع کے ساتھ نماز جنازہ پڑھائی۔ اور جناب سید العلماء اپنے والد ماجد کے پائین پا حسینیہ جناب غفران مآبؒ میں دفن ہوئے۔ طاب ثراہ

جناب سید العلماء نے اپنے بعد یادگار تصانیف چھوڑے، جن کی تعداد بیس تک پہنچتی ہے۔ اُن میں سے حدیقہ سلطانیہ علم کلام میں اور مناہج التدقیق عربی علم فقہ میں اور روضۃ الاحکام فارسی میں بڑے پایہ کی کتابیں ہیں۔ اور تینوں شائع ہو چکی ہیں۔

دوسرے تلامذہ کہ جن میں بڑے بڑے جلیل القدر افراد ہیں جو افق تشیع کے اوپر آفتاب ضیابار کہے جاسکتے ہیں۔ اس بات پر اہل اطلاع کا اتفاق ہے کہ جس تعداد میں اجلّہ وکملا جناب سید العلماءؒ کے تلامذہ میں تھے اتنے کسی اور کے تلامذہ مشکل سے ہوں گے۔

کون ہے جو استاد الاساتذہ علامۃ الادباء مفتی سید محمد عباس شوستری طاب ثراہ کے نام سے واقف نہیں، انھوں نے اپنے تصانیف کے ذریعہ سے ملت جعفریہ کی جو نصرت کی ہے وہ اہل انصاف کو معلوم ہے۔ روائح القرآن وجواہر عبقریہ وشریعت غرّا وغیرہ اسی بزرگ کا رشحۂ فیض ہے۔ اس وقت ان کے مستفیدین دنیائے علم پر سکہ جمائے ہوئے ہیں مثلاً حضرت صدر المحققین شمس العلماء مولانا سید ناصر حسین صاحب قبلہ وحضرت نجم الملۃ شمس العلماء مولانا نجم الحسن صاحب قبلہ وغیرہ وغیرہ۔

دوسرے بزرگ حضرت استاد المتکلمین مولانا سید حامد حسین صاحب نیشاپوری اعلیٰ اللہ مقامہ جن کی مساعی جمیلہ عبقات الانوار کے مجلدات سے اہل عالم پر آشکارا ہیں، یہ وہ کتاب ہے جس نے قلعہ باطل کی بنیادوں کو متزلزل کر دیا اور آپ کے خلف الصدق حضرت صدر المحققین ناصر الملۃ مدظلہ تعارف سے مستغنی ہیں۔ ان کے علاوہ جناب مولانا سید مہدی شاہ اور مولانا مرزا محمد اخباری اور مولانا میر حیدر علی طاب ثراہ دنیائے کمال میں خاص شہرت رکھتے ہیں۔ جناب سید العلماء کے چار صاحبزادے تھے پہلے جناب زین العلماء عضد الدین مولانا سید علی حسین مرحوم، دوسرے حضرت ممتاز العلماء وفخر المدرسین مولانا سید محمد تقی جنت مآب طاب ثراہ، تیسرے جناب زبدۃ العلماء معین المومنین سید علی نقی طاب ثراہ، چوتھے جناب مولانا سید عبد الجواد صاحب اعلیٰ اللہ مقامہ۔ ان حضرات کا تذکرہ اگر حیات مستعار باقی رہی تو کبھی اور حوالۂ قلم ہوگا۔

(۱۳۴۹ھ)



پہلا کتب خانہ غفران مآبؒ نے ترتیب دیا

اگر چہ ہندوستان میں لکھنؤ ہر کمال کا خزانہ ہو رہا تھا لیکن علمی صحائف کے وجود سے اس کی آغوش خالی تھی۔ غفران مآبؒ نے اپنا عظیم الشان کتب خانہ جمع کر کے اس کمی کو پورا کیا۔ آج لکھنؤ میں جتنے کتب خانہ محفوظ ہیں یہ اثر ہیں اُسی یادگار کے، اور اولیت کا طرۂ امتیاز کتب خانہ غفران مآبؒ کو حاصل ہے۔